باب سوم

انگریزی کے رومانوی شعراء اور اقبال

اقبال جدید دور کے ایک بڑے شاعر اور بلند پایہ مفکر ہیں۔ انھوں نے طالب علمی کے زمانے سے ہی انگریزی، فارسی اور عربی ادبیات سے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ ان زبانوں کے ادبی سرمایے کو مختلف پیرائیوں میں اپنی شاعری میں جگہ دی۔ وہ بنیادی طور پر ایک فلسفی تھے اور مختلف فلسفیوں کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد وہ کسی ایک فلسفے کے ساتھ بہہ نہیں گئے۔ انھوں نے ان فلسفیوں سے وہ خیالات لے لئے ہیں جو ان کے انسان دوستی اور فطرت پسندی کے نظرئیے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ ان خیالات کے امتزاج سے انھوں نے انسان دوستی کے نظرئیے کی تعمیر و تشکیل کی ہے ان کا فلسفہ صرف فلسفہ نہیں ہے، حیات انسانی کا ایک نظام فکر ہے۔ ان کی فطرت نگاری برائے فطرت پسندی نہیں بلکہ فطرت کی ماورا قوتوں کے ادراک اور احساس کی بازگشت ہے۔

اقبال نے 1899ء میں فلسفے میں ایم - اے کی ڈگری حاصل کی اور 1901ء سے 1902ء تک اورینٹل کالج اور اسلامیہ کالج لاہور میں انگریزی ادب، فلسفہ اور اقتصادیات پڑھاتے رہے لیکن انگریزی کے رومانوی شاعروں کے ساتھ ان کا گہرا ذہنی لگاؤ تھا، چنانچہ کئی سال تک گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کی رومانوی شاعری کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھاتے رہے ایام شباب میں انگریزی ادبیات سے ان کے تعلق کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر جی - آر ک نے لکھا ہے :

" From 1902 to 1904 he worked as an Assistant Professor of English at the Government College Lahore and taught Romantic Poetry with a rare zest and passion which reflected his own affinity with the English Romantic Poets.The poems that he wrote during this period bear a clear imprint of Romanticism on them.Notable among these are Himala (The Himalayas) Abr-i-Kohsar(The cloud of the Mountain)Ek Arzoo (An Aspiration) and Chand (The Moon).During this period he also translated some English Romantic lyrics like Hamdardi(Sympathy) from William Cowper, Payam-i-Subh)The Message of the Dawn) from long fellow, Ishiq our Mout(Love and Death)

from Tennyson and two poems Ek Pahad Aur Gilhari (The Mountain and the Squirrel) and Rukhsat Ay Bazm-i-Jahan (Fare well, O World) from Emerson." [1]

اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر اقبال نے جب کیمبرج میں داخلہ لیا اور اس کے بعد ڈاکٹریٹ کے مقالے کے سلسلے میں انہیں جرمنی جانا پڑا یہاں پر بھی انہوں نے جرمنی کے رومانوی شعراء کا مطالعہ کیا ، بالخصوص گوئٹے ، جنہیں وہ پیام مشرق میں "پیر مغرب" "چمن زاد" اور "چمن پرور" جیسے لفظوں سے یاد کرتا ہے ۔ ڈاکٹر ملک اسکی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

" In 1905 Iqbal went to Europe for higher studies at Cambridge and Munich. During his stay in Germany he studied some of the German Romantic Poets, notably Goethe (with whose work he was acquainted even before going to Europe) Herder, Schiller Von Hammer, Heine and Poets who belonged to what is known as the oriental Movement in

---

1. Ghulam Rasool Malik ___ Iqbal and the English Romantics P. No: 4 - 5 Atlantic Publishers and Distributors.

German Literature of which Iqbal speaks very appreciatively in his preface to Payam-i-Mashriq. During this period Iqbal wrote some poems in immitation of the German Romantics some of which lie in manuscripts form in the Iqbal Museum - Lahore."[1]

1900ء میں یورپ میں رومانیت کی جو تحریک اٹھی ۔ اس کے پس پشت کیا مقاصد تھے اور وہ ایک فنکار کے اندر کس قسم کے رجحانات اور تغیرات کو وجود بخشنا چاہتی تھی ۔ یہاں اسکا مختصر سا ذکر کرنا ضروری محسوس ہوتا ہے ۔ انگریزی کے مشہور استاد ڈاکٹر بنرجی لکھتے ہیں :

"Primarily and chiefly, Romanticism seeks to re-assert and strengthen the individuality of the artist. There is no artistic tradition to which he is forced to submit except one of his choosing.

---

1. Ghulam Rasool Malik __ Iqbal and English Romantics P. 5 Atlantic Publishers and Distributors.

All the cannons of art established by the generations of Predecessors exist only to guide him not to enslave, or to impose a check upon his genius. The only standards to which his creations are required to conform are the laws of his own nature, and the reality of things as he sees them __ in expression as in conception Romantism aims at naturalism. The poet is no longer trying to fit his ideas into the fixed world of an established diction, the vocabulory of the whole language is at his disposal to express himself as best he can" [1]

یورپ میں رومانوی شاعری سے وابستہ تمام شعراء خاص طور پر فطرت پسندی کو اپنا شعار بنا چکے تھے اور وہ Romantism کے ذریعے "Artistic Sympathy" کو وسیع تر بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ انسان اور اسکی زندگی کی مختلف دلچسپیوں، صلاحیتوں اور ذہنی قوتوں کا احاطہ کرنے کی طرف رومانوی شعراء اپنی توجہ مرکوز کرتے رہے۔ رومانوی شاعری میں فطرت کی خصوصیات کا جائزہ لیتے ہوئے پروفیسر بنرجی رقمطراز ہیں:

" A passionate interest is a characteristic of all Romantic Poets, and constitutes one of the most obvious departures from the eighteenth

---

1. Prof. B.Banerfea __ A History of English Literature P 83-85 Malhotra Book Depot Jallandhar

century tradition. Various attitudes towards nature may be traced in their work, attitudes which were occasioned by the temperament or mood of the Poet. Wordsworth regarded nature as capable of enobling the human character of moulding and fusing the contending elements in man and bringing him more into harmony with her own, divine, homogenous spirit_____ other poets seem to be effected in their attitude towards nature by consciousness of Man's superiority to his surroundings of his surroundings of his possessing a mission, a moral obligation which the nature world has not. Tennyson and Brouning sometimes give expression to this view. To them man is more than the dust of which he is made:"[1]

انگریزی کے رومانیت پسند شاعروں کے ہاں فطرت کے مناظر سے تعلق، خدا کی عظیم الشان قوت کا احساس، اسکی مخلوقات کی رنگارنگی اور اس رنگا رنگی کے نتیجے میں پیدا شدہ دیگر تصورات نے کئی مشرقی شعراء کو متاثر کیا لیکن علامہ اقبال نے یہ اثر بڑی گہرائی کے ساتھ قبول کیا ۔ اور اس زمانے میں یورپ میں تعلیم حاصل کی جب رومانیت کی تحریک شباب پر تھی ۔ رومانیت کی تحریک نے اقبال کو

---

1) Prof. B. Banarji ___ A Short History of English Literature
P. No: 89 - 90
Malhotra Book Depot, Jallandhar

نتشے ، گوئٹے اور زینگو ۔ جرمن شاعروں کے مطالعہ پر آمادہ کیا ۔

" From Iqbal's writings it appears that he had studied all the English Romantic Poets excepting Blake.With Blake, however, he will be seen to have much in common. Like Blake he extols human self and assigns all important role to imagination.There are some significant differences between Blake and Iqbal _______ from the point of view of fusion of the realistic and Romantic Iqbal's own confession, exercised a tremendous influence upon him during the formative days of his career.Both the Poets reacted in a similar way to the horrors of a mechanical and industrial civilization and the poetry of both of them is ultimately a product of the harmonization of thought with feeling and reason with imagination." [1]

In the Reconstruction of Religious Thought in Islam ,Iqbal writes :-

" Nature is to the Divine self as character is to the human self. In the picturesque phrase of the Quran it is the habit of Allah.Thus the view that we have taken gives a fresh spiritual meaning to Physical Science.

---

1) G. R. Malik Iqbal and the English Romantics P 7-8 Atlantic Publishers and Distributors

The knowledge of Nature is the knowledge of God's behaviour. In our observation of Nature we are virtually seeking a kind of intimacy with the absolute Ego; and this is only another form of worship".[1]

اقبال ر و مانوی شاعر شیلے (Shelley) سے براہ راست متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ اقبال کی نظم " چاند " شیلے کی نظم " To The Moon " سے بڑی حد تک مماثلت رکھتی ہے ۔ دونوں شاعر چاند کے بارے میں ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے یہ دونوں ایک ہی سوچ کے تحت شعر کہتے ہیں ۔ دونوں کے نزدیک چاند مسلسل جدو جہد اور حرکت کی علامت ہے ۔ شیلے کہتا ہے :

Art Thou Pale for weariness
of climbing heaven and gazing on the earth
wandering companionless[2]

اور اقبال چاند کے بارے میں یوں گویا ہیں :

میرے ویرانے سے کوسوں دور ہے تیرا وطن
ہے مگر دریائے دل تیری کشش سے موجزن
قصہ کس محفل کا ہے ؟ آتا ہے کس محفل سے تو
زرد رو شاید ہوا رنج رہ منزل سے تو

---

1) The Reconstruction of Religious Thought in Islam P 56-57 Delhi Kitab Publishing House 1974

2) Thomas Hutchinson ed; Shelley's Poetical Works p 615 (London; OUP 1904)

آہ میں جلتا ہوں سوز اشتیاق دید سے
تو سراپا سوز داغ منت خورشید سے
ایک حلقے پر اگر قائم تری رفتار ہے
میری گردش بھی مثال گردش پرکار ہے
زندگی کی راہ میں سرگرداں ہے تو، حیراں ہوں میں
تو فروزاں محفل ہستی میں ہے، سوزاں ہوں میں [1]

رومانوی شعراء دنیائے فطرت کی پاکیزگی کے تصور کے قائل رہے ہیں۔ اٹھارویں صدی کے لٹریچر میں تصور خدا، روح اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کا نظریہ موجود تھا۔ رومانیت پسند شاعر خدا، روح اور جسم سے تعلق تو جابجا ظاہر کر چکے ہیں۔ ان کے نزدیک دنیا ایک بے جان مشین کی طرح نہیں، بلکہ اس کی جان بھی اور روح بھی ہے اور انسان اسی جاندار دنیا کا ایک حصہ ہے یا اس سے تعلق پیدا کر کے اس کا حصہ بننا چاہتا ہے۔ رومانیت پسند انگریزی شعراء میں وارڈس ورتھ کا نظریہ خدا کے بارے میں واضح ہے، وہ خدا کو مالک بحر و بر اور شمس و قمر سمجھتا ہے اور اسکی عظمت و جبروت کا دل و جان سے معترف ہے۔

" Among the English Romantic Poets Wordsworth is the most passionate believer in an omnipresent God of nature and his most powerful poetry celebrates this all-pervading presence whose

---

1. اقبال ـــ کلیات اقبال ـــ ص 78 ـ 79
اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس دہلی

dwelling is the light of setting suns and the round ocean and the living air and the blue sky and in the mind of man. Of course Wordsworth is writing as a Poet and not as a Philosopher. His position in regard to the nature of the world soul and soul of the man and their mutual relationship is not always quite consistent."[1]

اقبال اور وارڈ سورتھ دونوں قدرت کی پیدا کردہ اشیاء کو با معنی نظام سمجھکر اس میں کھو جاتے ہیں اور ہر شئے کو قدرت کا ایک ایسا کرشمہ سمجھتے ہیں جس کے بغیر دنیا کی تخلیق نامکمل ہے - غلام رسول ملک اپنے ایک مضمون "اقبال اور وارڈ سورتھ" میں لکھتے ہیں :

"اقبال اور وارڈ سورتھ دونوں اپنی شاعری میں ان دلآویز اور جادو اثر مناظر فطرت کی تصویر کشی کرتے ہیں جن کے حسن لازوال کے زیر اثر انسان کی قلب ماہیت ہوتی ہے اور اس کی روحانی دنیا میں انقلاب رونما ہوتا ہے - "خضر راہ" میں اقبال خضر سے سوال کرتے ہیں کہ تو آبادیوں کو چھوڑ کر صحرا نوردی میں اپنے اوقات کیوں صرف کرتا ہے - خضر جواب دیتے ہیں :

---

1. G.R.Malik ___ Iqbal and the English Romantics p. 21
Atlantic Publishers and Distributors

اے رہبین خانہ تو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگ رحیل
وہ سکوت شام صحرا میں غروب آفتاب
جس سے روشن تر ہوئی چشم جہاں بین خلیل

اور ورڈس ورتھ اپنی مشہور نظم Intimations ode کے آخر میں لکھتے ہیں :

The clouds that gather round the setting sun
To take a sober colowing from an eye
That hath kept watch over man's mortality
Another race hath been and other palms are won

اقبال کی شاعری میں فطرت کے جلالی اور جمالی دونوں پہلو جگہ پاتے ہیں - اقبال "ذوق و شوق" کی ابتدا میں فرماتے ہیں :

قلب ونظر کی زندگی دشت میں صبح کا سماں
چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں
حسن ازل کی ہے نمود چاک ہے پردۂ وجود
دل کے لئے ہزار سود ایک نگاہ کا زیاں

اور ورڈس ورتھ " Intimations ode " میں طلوع خورشید کو ایک پر جلال ولادت (Glorious birth)سے تعبیر کرتے ہیں

اور ہمارے متعلق ایک نظم میں ایک بہار یہ منظر کی عکاسی
اس طرح کرتے ہیں :

Love, now a universal birth
From heart to heart is stealing,
From earth to man, from man to earth
It is the hour of feeling
One moment now may give us more
Than years of toiling reason."[1]

کولرج رومانوی شعراء میں سب سے زیادہ انسانی ذہن کے بارے میں واضح تصور کا حامل رہا ہے ۔ وہ اپنی شاعری میں حیات انسانی سے وابستہ اسرار اور انطال کا کبھی فلسفیانہ انداز میں اور کبھی شاعرانہ انداز میں نقاب کشائی کرتا ہے ۔ کولرج کے خیال میں انسان کی زندگی اور خواہشات کا دار و مدار انسان کی داخلی زندگی پر منحصر ہے ۔ Dejection an ode میں کولرج لکھتا ہے :

O Lady, we receive but what we give
And in our life alone does Nature live
Ours is her wedding garment ours her shroud [2]

---

1. اقبال اور مغرب ۔ مرتبہ آل احمد سرور
اقبال اور ورڈ سورتھ ۔ غلام رسول ملک ۔ ص 115 ۔ 116

2. S.T,Colerdge's Poems P No: 465

ادھر اقبال بھی انسانی ذہن اور فطرت کے آپسی رشتے کو ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

برون از خویشتن بینی جہاں را
در و دشت و یم صحرا و کسن را
جہانے رنگ و بو گلدستۂ ما
ز ما آزاد هم وابستۂ ما[1]

غرض کولرج کے فکری تسلسل کے ساتھ اقبال کا باضابطہ تعلق اور اثر موجود ہے اور اس اثر کو اقبال کے اظہار خیال کی مختلف صورتوں میں ظاہر کیا ہے ۔ کولرج فطرت کا مادی طور پر تجزیہ نہیں کرتا ہے ، بلکہ وہ فطرت میں ایک عجیب قوت محسوس کرتا ہے ۔ اس نے فطرت کو روحانی نقطۂ نظر سے دیکھا جیسے اقبال دیکھا کرتا تھا ۔

رومانوی شعراء میں براؤننگ اور اقبال کے یہاں بہت سارے خیالات یکساں نظر آتے ہیں ۔ دونوں شاعر انسانیت ، سوز وساز ، موت و انبساط اور امید و بیم کا پیغام دیتے ہیں ۔ دونوں کے یہاں قدرت کے بارے میں ملتے جلتے خیالات اور احساسات موجود ہیں ۔ ایس ۔ آے واحد نے اپنے ایک مضمون میں دونوں بڑے شاعروں کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

---

1 اقبال ــــ کلیات اقبال فارسی ــــ گلشن راز جدید ــــ ص 163

" Both these Poets have in their poems expressed certain definite convictions about God,soul and immoratality which they held firmly.According to both, God is transcendent as well as immanent. It will be correct to say that in actual life they both walk with God. Browning views all nature as thought of God.

He says:

God is seen God
In the star, in the flesh,
In the soul and cloud
And then, looking within
and around me,
I never renew.

Early in his career Iqbal wrote verses reminiscient of the above lines of Browning:

چمک تیری عیاں بجلی میں، آتش میں شرارے میں
جھلک تیری ہویدا، چاند میں سورج میں تارے میں
بلندی آسمانوں میں زمینوں میں تری پستی
روانی بحر میں افتادگی تیری کنارے میں [1]

---

1) Iqbal and Browning by S.A. Vahid
Iqbal Review ___ Iqbal Academy Pakistan, April 1965

رو مانوی شاعر اپنے قارئین کو اکثر مافوق الفطری مقامات اور تصورات کی دنیا میں لے جاتے ہیں ۔ جہاں تنہائی ۔ خلوت نشینی ۔ خاموشی اور سکون آفرینی کی کیفیات موجود ہوتی ہیں مثلاً کولرج کی شہرہ آفاق نظم "Kubla Khan" میں شاعر ہمیں ایک ماورائی دنیا میں منتقل کر دیتا ہے ۔

In Xandun did Kubla Khan
A stately pleasure dome decree
Where Alph the sacred river ran
Through cavarness measureless to man
boun to a sunless sea1

اقبال اپنی نظم "لالۂ صحرا" میں یہی کیفیت ۔ یہی حالت اور مناظر کی وہی رنگا رنگی پیش کرتا ہے ۔ جو کولرج کے یہاں بھی دیکھنے کو ملتی ہے ۔

یہ گنبد مینائی ۔ یہ عالم تنہائی
مجھکو تو ڈراتی ہے اس دشت کی پہنائی
بھٹکا ہوا راہی تو بھٹکا ہوا راہی میں
منزل ہے کہاں تیری اے لالۂ صحرائی
خالی ہے کلیموں سے یہ کوہ و کمر ورنہ
تو شعلۂ سینائی ۔ میں شعلۂ سینائی

---

1 S.T.Coleridge __ Collection of Poems P.NO: 99
Oxford Press London

تو شاخ سے کیوں پھوٹا ، میں شاخ سے کیوں ٹوٹا

اک جذبۂ پیدائی ، اک لذت یکتائی

غواص محبت کا اللہ نگہبان ہو

ہر قطرۂ دریا میں دریا کی ہے گہرائی [1]

لالۂ صحرا " کی مختلف تخلیقی اور فنی جہتوں کا جائزہ لیتے ہوئے کلیم الدین احمد نے لکھا ہے :

" یہاں سوال یہ ہے کہ دشت سے کیا مراد ہے - گنبد مینائی ، عالم تنہائی ، The Vast space - یا صرف صحرا ، جہاں وہ لالۂ صحرا کو دیکھتے ہیں - یہ ایک Ambiguity ہے جو میں سمجھتا ہوں ارادی ہے اور جو آسمان و زمین ، گنبد و دشت کو الگ الگ تصور بھی کرتی ہے اور ایک ساتھ بھی - یہ کائنات تنہا ہے اور اسکا ئینات کی پنہائی ہے جس سے اقبال کے دل میں خوف کی لہر اٹھتی ہے - یوں تو لالہ ، صحرا میں ہے گنبد مینا پر نہیں ، لیکن ایک لمحے کے لئے دونوں گنبد مینا اور دشت ایک دوسرے میں Merge کر جاتے ہیں - اس عالم تنہا میں ، اس وسیع ، بے کنار دشت میں دو بھٹکے ہوئے راہی ہیں ، ایک لالۂ صحرا اور دوسرے اقبال - " [2]

---

1. محمد اقبال ــــ کلیات اقبال ــــ ص 94 - 95
ناز پبلیشنگ ہاؤس پہاڑی بھوجلہ دہلی ــ 6

2. کلیم الدین احمد ــــ اقبال ایک مطالعہ ــــ ص 334 لکتہ شاہ ... دہلی ۱۹۷۲

اقبال کی علامتی شاعری میں " لالہ صحرا " والی نظم زبردست اہمیت رکھتی ہے یہ نظم دراصل لالہ کی زبانی ہے اور یہاں کسی بھی جگہ اقبال کی شخصیت بے جا مداخلت نہیں کرتی ہے ۔ لالے کے Symbol کو سلیقے سے شروع سے آخر تک نبھایا گیا ہے اور یہی اس نظم کی کامیابی کا راز ہے ۔ کوبلاخان میں بھی علامتوں کا بڑی خوبی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے اور وہاں بھی علامات کا فنکارانہ استعمال نظم کو انفرادیت عطا کرتا ہے ۔ اگرچہ کوبلاخان ایک نامکمل نظم ہے ۔

رومانوی شعراء اپنی شاعری میں تخیلی پیکروں Images کا جابجا استعمال کر چکے ہیں ۔ پیکروں کی یہ تخلیقیت اچھی شاعری کی پہچان ہے ۔ انگریزی شعراء Moonbeam' Moon 'Windhover Eagle وغیرہ کو پیکروں کے طور برتتے ہیں ۔ اقبال نے بھی پیکروں کے ذریعے اپنی شاعری کے وجود کو نکھارا اور سنوارا ہے مثلاً ان کے یہاں " شاہین " یا " عقاب " کا پیکر ہے جو اکثر مقامات پر ان کی شاعری میں حاوی ہے ۔ شاہین ان کے پاس غیرت ، رفعت اور پرواز کی علامت ہے ۔ شاہین پرندوں کی دنیا میں اپنی برتری کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے :

کیا میں نے اس خاکداں سے کنارا

جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ

بیاباں کی خلوت خوش آتی ہے مجھکو

ازل سے ہے فطرت مری راہبانہ

نہ باد بہاری ، نہ گلچیں ، نہ بلبل

نہ بیماری نغمۂ عاشقانہ

حمام و کبوتر کا بھوکا نہیں میں

کہ ہے زندگی باز کی زاہدانہ

جھپٹنا ، پلٹنا ، پلٹ کر جھپٹنا

لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

یہ پورب ، یہ پچھم ، چکوروں کی دنیا

مرا نیلگوں آسماں بیکرانہ

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں

کہ شاہین بناتا نہیں آشیانہ[1]

اقبال دراصل ایک پیغام دینا چاہتے ہیں ، لیکن یہ پیغام شعری تجربہ بن گیا ہے اوپر کی اس نظم میں ایک تخلیقی پیکر ہے اور یہ پوری نظم پر محیط ہے - خیالات اس تخلیقی پیکر کے سانچے میں ڈھل گئے ہیں اور پھر جود و قسم کی فضا کی طرف ہلکا سا اشارہ ہے ، وہ اسکی پیچیدگی اور حسن میں اضافہ کرتا ہے -

نہ باد بہاری نہ گلچیں نہ بلبل

نہ بیماری نغمۂ عاشقانہ

اور پھر یہ پورب یہ پچھم چکوروں کی دنیا مرا نیلگوں آسماں بیکرانہ

---

1 اقبال ـــ کلیات اقبال ـــ ص 126
ناز پبلیشنگ ہاؤس پہاڑی بھوجلہ دہلی ـ 6

یہاں پیغام شعر بن گیا ہے - انگریزی شاعری میں Hopkins Windhover سے
شاہین کا جب ہم موازنہ کرتے ہیں تو بہت سارے امکانات کا پتہ چلتا ہے -
ڈاکٹر جی - آر - ملک اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں :

"اقبال فطرت کو انسانی قوتوں کےلئے ایک تجربہ گاہ
سمجھتے ہیں - فطرت اسلئے ہے کہ انسان اس پر تسخیر
و تصوف حاصل کرے تاکہ اسکی خودی آشکارا ہوسکے - [1]

ہر بڑا شاعر رموز و علائم کے ذخیرے میں دو طرح سے اضافہ کر سکتا ہے - پہلی صورت تو یہ ہوسکتی ہے کہ وہ پرانے رموز و علامات کے مفاہیم کو وسعت دے یا انہیں نئی معنویت عطا کرے - دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے خیال اور جذبے کے ابلاغ کےلئے نئی علامتیں اور رموز وضع کرے - اقبال اپنی شاعری میں ان دونوں صورتوں سے کام لیتے ہیں ، لیکن انکی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ فنی تدبیر ابہام پیدا نہ کرے بلکہ اختصار کے ساتھ ساتھ توضیع و تشریح کی صورت پیدا ہو - شاعری میں علامت نگاری کا استعمال روز بروز بڑھتا جاتا ہے ، لیکن اس کے لئے بڑا سلیقہ چاہئیے - مغرب خصوصاً جرمنی میں اسے بڑا عروج حاصل ہوا ، مگر وہاں اس سے صراحت کے بجائے ابہام پیدا کرنے کا کام لیا گیا - اقبال نے علامت نگاری کا جو فنی اختیار کیا - وہ تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے - مروجہ علامتیں مثلاً گل و بلبل ، شمع و پروانہ ، مے و ساقی ، کعبہ و دیر - وہ علامتیں

---

1 اقبال اور مغرب — مرتب آل احمد سرور
اقبال اور ورڈ سورتھ — غلام رسول ملک — ص 118
مطبوعہ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ پٹوڈی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی

جو پہلے رائج تھیں مگر اقبال نے انھیں نئے معانی اور مطالب عطا کئے جیسے شہباز ، شاھین ، فاقہ وحدی ۔ تیری وہ علامتیں جو اقبال کی وضع کردہ ھیں مثال کے طور پر ستارے اور جگنو ۔ ستارے کی علامت سے اقبال نے مختلف مفاھیم ادا کیے ھیں مثلاً اسکی پاکی و درخشانی پیروی کے قابل ھے وہ اپنی دنیا کو آپ روشن کرتا ھے ۔ ستارہ کہتا ھے :

مجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی
مری سرشت میں ھے پاکی و درخشانی
تو اے مسافر شب ، خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغ جگر سے نورانی [1]

(بال جبریل ۔ ستارے کا پیغام)

جگنو کی علامت کے ذریعے سے بھی اقبال نے مختلف اسرار کے چہروں سے نقاب اٹھائی ھے ۔ پروانے کے دل میں عشق کی آگ دھکتی ھے ۔ آگ جگنو کے پاس بھی ھے لیکن تپش سے محروم ۔ ایک روشنی کی تلاش میں ھے اور دوسرا خود سراپا روشنی ھے ۔

پروانہ اک پتنگا ، جگنو بھی اک پتنگا
وہ روشنی کا جویا ، یہ روشنی سراپا

---

1 اقبال ـــ کلیات اقبال ـــ ص 113 ۔ 114
نازپبلیشنگ ھاؤس پہاڑی بھوجلہ دھلی 6

رومانوی شاعروں کی شاعرانہ مصوری ، پیکر تراشی ، صنعت گری اور
تلمیحات اور اقبال کی شاعرانہ مصوری میں بہت ساری قدریں مشترک ہیں -
ان شعراء کے ذہنی میلانات اور اقبال کے تصورات میں ایک تال میل دکھائی
دیتاہے ۔ اگرچہ جسمانی اعتبار سے دونوں کے درمیان ہزاروں میل کا بعد ہے
وہ بھی فطرت کے پرستار ، مداح اور عاشق دکھائی دیتے ہیں اور اقبال کو بھی
فطرت سے اپنے فکر کو ابھارنے اور مہمیز بخشنے کےلئے مواد فراہم ہوتا ہے -
رومانوی شعراء پہاڑوں ، دریاؤں ، کوہساروں اور سبزہ زاروں سے ابدی لطف
وانبساط حاصل کرلیتے ہیں اور اقبال کے ذہن اور دل کو مناظر قدرت کی
رنگینی ، راحت اور مسرت کا سرمدی نغمہ سناتی ہے - صرف ایک فرق دونوں
کے درمیان ہے اور وہ یہ کہ مغربی شاعروں اور بالخصوص رومانوی تحریک سے
وابستہ شعراء نے ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولی ، جہاں علم و ادب اور
شعر و سخن کو نہ صرف عزت ، وقار اور قدر و قیمت حاصل تھا ، بلکہ اسکی
پذیرائی کےلئے کافی مواقع اور امکانات موجود تھے - انکی زبان دنیا پر حکمرانی
کر رہی تھی اور اس وقت بھی کر رہی ہے جبکہ اقبال نے ایک ایسے ماحول
میں اپنی شاعری کے گل بوٹے کھلائے جہاں جہالت ، افلاس اور بے قدری
کے سوا کچھ بھی نہیں تھا - یہاں پیام مشرق میں اپنے آپ کو جرمنی کے
شاعر گوئٹے سے موازنہ کرتے ہوئے اسی لئے اقبال نے کہا تھا کہ " گوئٹے چمن زاد
اور چمن پرورده ہے اور میں ایک مرده اور بنجر زمین میں آنکھ کھول چکا ہوں - "

مغربی شعراء کو دوست اور دشمن قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں جبکہ یہاں مشرق میں کفر کے فتوے ، دشمنی اور جہالت سے بے قدری کی روش عام ہے ۔

مغربی شعراء سے متاثر ہوکر ان کے ابتدائی کلام میں فطرت پرستی کا رنگ زیادہ نمایاں نظر آتا ہے ۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اپنے ایک مضمون اقبال کی فطرت نگاری میں لکھتے ہیں :

"اقبال کی فطرت نگاری فطرت پرستی کے مترادف نہیں ۔ وہ حسن فطرت کو انسان اور انسانیت سے متعلق بصیرتوں کے ادراک کا ذریعہ بناتے ہیں ۔ اقبال کے کلام میں خالص فطرت پرستی کا میلان اگر کہیں ہے بھی تو ان کی شاعری کے ابتدائی دور میں ہے جس میں وہ مغرب کے فطرت پرست شعرا کے زیر اثر مناظر و مظاہر خارجی کی مصوری بھی کرتے ہیں اور ان کی جمالی کیفیتوں کو بیان کرتے ہیں ۔ مگر اس دور میں بھی اقبال فطرت کے پرستار معلوم نہیں ہوتے بلکہ ان کا ذہن حسن فطرت سے مسرت اندوزی کے ساتھ ساتھ کائنات کے اسرار و رموز کے انکشاف اور ان کی جستجو کی طرف مائل ہوجاتی ہے ۔ یعنی وہ فطرت اور اس کے متعلقات کے ضمن میں انسان اور اس کی تقدیر پر غور و فکر کرنے لگ جاتے ہیں " (1)

---

(1) ڈاکٹر سید عبداللہ ـــ اقبال کی فطرت نگاری ـــ ص ۲۳

اس باب کے آخر میں یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے مغرب کے
چوٹی کے شعراء سے کافی استفادہ کیا ہے ۔ ان کے تجربوں اور کلام کی
نزاکتوں سے اپنے فن کی جھولی کو بھر دیا ہے اور یہی سبب ہے کہ
مغربی شعراء شیکسپئر ، ورڈس ورتھ ، ٹینی سن ، براؤننگ ، شیلے ، بلیک
اور ملٹن کا ذکر عزت و احترام کے جذبات کے ساتھ کر چکا ہے ۔ یہ علامہ اقبال
کی عالی ظرفی اور بلند مزاجی کا بھی بین ثبوت ہے کہ مشرقی علوم و فنون سے
بھرپور آگہی رکھنے کے باوصف انہوں نے مغربی فکر کے سرچشموں کو
بھی سراہا اگرچہ کئی موقعوں پر مغرب کے فلسفے ، فکر اور انداز نظر کو
تنقید کا نشانہ بھی بنایا ہے ۔